دریائے نیل کی عظیم وادی انسانی تاریخ میں عروج و زوال کا وہ باب ہے جس نے پوری نوع انسان کو متاثر کیا ہے۔ لیکن اپنے غیرمعمولی وسائل، معدنی ذخائر کی وجہ سے پورا خطہ عالمی ریشہ دوانیوں کا اڈہ بن کر رہ گیا ہے۔ تمام علاقائی، عالمی اور دیگر براعظموں کی طاقتیں اپنے خودغرضانہ مفادات، اسٹریٹجک ٹارگیٹس کے حصول کے لیے سوڈان میں مداخلت کرتی رہی ہیں۔ عالمی سیاست کا اکھاڑا بنا افریقی ملک سوڈان بدترین فاقہ کشی، قحط سالی، صہیونی سازشوں اور مغربی ریشہ دوانیوں کا شکار ہی نہیں ہے بلکہ یہاں کے عرب، مسلمان ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں اور اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ خواتین کی بے حرمتی کو جنگی ہتھیار کے طورپراستعمال کیا جارہا ہے۔

سوڈان

برادر کشی، فاقہ کشی اور خانہ جنگی کا شکار

شاہنواز احمد صدیقی

براعظم افریقہ کے ملک سوڈان جو کہ گزشتہ 60 سال میں کئی مرتبہ اپنے جغرافیائی حدود بدل چکا ہے۔ ایک بار پھر خانہ جنگی کے اس گہرے کنوئیں میں دھنستا جا رہا ہے۔ اس مرتبہ بھی جہاں سے نکلنا آسان نہیں لگ رہا ہے۔ گزشتہ 14 ماہ سے سوڈان کے دو بڑے مسلح گروپوں میں ایسی خانہ جنگی چل رہی ہے جس کا خاتمہ فی الحال نظرنہیں آ رہا ہے۔ سرکاری فوج اور دوسرے نیم مسلح گروپ ریپڈ سپورٹ فورس (آر ایس ایف) کے درمیان وہ معرکہ ہے ایک ایک دن میں 100-100 عام شہری قتل کردیے جاتے ہیں اور کسی کے کان پہ جوں نہیں رینگتی۔ چند روز قبل وسطی سوڈان میں ریپڈ سپورٹ فورس پر الزام لگا کہ اس نے ایسے 100 لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے جو ایک طویل عرصہ سے ملک میں جمہوریت کے قیام کے لیے پر امن تحریک چلا رہے تھے۔ یہ اموات سوڈان کی بدترین اور خونریز تاریخ کا وہ حصہ ہے جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

2022 کے اواخر اور اپریل 2023 سے آج تک سوڈان میں انتہائی جدید ہتھیاروں سے مسلح دو خونخوار ''جنگی گروپ'' ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ عالمی سطح پر کئی بڑی طاقتوں نے سوڈان میں جنگ بندی کے لیے کوششیں کرچکی ہیں مگر کامیابی نہیں مل رہی ہے۔ ایک کو مناؤ تو دوسرا روٹھے جاتا ہے۔ عالم اسلام — عظیم طاقتوں نے ملک میں اس قتل عام کو روکنے کے لیے براہ راست اور بالواسطہ طور پر کئی کوششیں کرلی ہیں مگر کوئی بھی فریق ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ سوڈان کی سرکاری فوج کے سربراہ عبدالفتح البرہان اور ریپڈ سپورٹ فورس (آر ایس ایف) کے سربراہ حمیدتی کے درمیان اقتدار کی کشمکش میں یہ خانہ جنگی بھڑک اٹھی تھی۔ یہ دونوں گروپ کئی دہائیوں سے اقتدار پر قابض صدر البشیر کی حکومت کو اقتدار سے بے دخل کر کے ملک میں ایک مستقل نظام قائم کرنے کے لیے متحد ہوئے تھے مگر بعد ازاں عبدالفتح البرہان نے اپنے آپ کو ملک کا حکمراں بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی اور دنیا کے مختلف فورموں میں ملک کی نمائندگی کرنی شروع کردی۔ جبکہ یہ دونوں مسلح گروپوں ملک میں جمہوریت کے قیام اور ایک نئے آئین کی تشکیل کے لیے متحد ہوئے تھے اور ان دونوں گروپوں نے مل کر سوڈان میں جمہوری نظام قائم کرنے کے لیے مہم چلا رہے عوامی لیڈروں، ٹریڈ یونینیوں کے سربراہوں اور سول سوسائٹی کے ساتھ مذاکرات شروع کیے تھے اور تمام متحارب اور متصادم گروپ اور جمہوریت نواز قیام امن اور آئین سازی کے لیے ایک ٹائم ٹیبل پر راضی ہوگئے تھے۔ مگر ان دونوں مسلح گروپوں کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے یہ عظیم ملک جو کہ وادی نیل کا ایک اہم اور مردم خیز علاقہ ہے، خانہ جنگی کے دلدل میں پھنس گیا ہے۔ صدر البشیر کو معزول کرنے کے بعد جنرل برہان اپنی فوج کو ملک کا واحد نمائندہ فوج قرار دے رہے تھے جبکہ دوسرے مسلح گروپ ریپڈ سپورٹس فورس کو یہ لگا کہ ان کے اہلکار سربراہان اس سمجھوتے کے کسی پوزیشن میں نہیں آرہے ہیں۔ اس احساس نے ریپڈ سپورٹ فورس نے بے چینی پیدا کردی۔ ریپڈ فورس کا شکوہ تھا کہ اس نے ملک میں قیام امن، خارجی جارحیت، خانہ جنگی کے خاتمے اور ملک میں جمہوری نظام کے سلسلے میں جو کوششیں کی تھیں اس کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ جنرل حمیدتی کو اس بات کا بھی ملال تھا کہ ان حالات میں جنرل برہان اپنے آپ کو سوڈان کا ایک نمائندہ لیڈر اور حکمراں ثابت کرنے کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ یہی جذبات اور احساسات فساد کی جڑ بنے ہیں۔ حمیدتی کو اس کا شکوہ تھا کہ اگر مستقبل میں ملک میں کوئی جمہوری نظام معرض وجود میں آجاتا ہے تو ان کی فوج آر ایس ایف کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ اس احساس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ حمیدتی کی سربراہی والی فوج پر بین الاقوامی اداروں میں بڑے منفی تاثرات ہیں۔ اس مسلح گروپ پر دار فر میں بڑے پیمانے پر ہلاکتوں کا الزام تھا۔ یہی نہیں کئی حلقوں میں یہ بھی کہا گیا کہ سوڈان کے اس جنگ زدہ ملک میں خواتین کی عصمت دری کے واقعات میں بھی اسی آر ایس ایف کا ہاتھ ہے۔ خیال رہے کہ دار فر میں خانہ جنگی ایک طویل عرصے سے عالمی برادری کے لیے فکر کا باعث رہی ہے۔ سوڈان کے سابق حکمراں جنرل البشیر پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے دارفر میں اپنے مخالفوں کو ٹھکانے کے لیے سرکاری فوج اور آر ایس ایف جیسے دیگر غیر منظور شدہ اور غیر قانونی مسلح گروپوں کو شہہ دی ہے۔ یہ ٹکراؤ محض سیاسی نہیں بلکہ نسلی اور نظریاتی بھی ہے۔ سوڈان کا قبائلی، لسانی نظام اس کو مزید پیچیدہ بتاتا ہے بین الاقوامی کا اداروں کا یہ الزام ہے کہ سوڈان میں مذہبی انتہائی پسندوں کو دوام مل رہا ہے۔ مغربی دنیا افریقہ کے ساحل علاقے اور ہارن آف افریقہ (قرن افریقہ) میں آنے والے ملکوں میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے اور یہاں سرگرم مسلح گروہ نظریاتی بنیادوں پر قتل عام مچا رہے ہیں۔ اس سے پورے خطے میں عدم تحفظ کا اور عدم استحکام پیدا ہوگیا ہے۔ سوڈان کے آس پاس جتنے بھی ملک ہیں ان ملکوں میں فوجی ڈکٹیٹر اپنی منمانیاں کررہے ہیں اور ایک ملک کے مسلح فوجی گروہ دوسرے ملک کے اندرونی اور خارجی امور میں مداخلت کر کے ایک غیر معمولی صورت حال پیدا کیے ہوئے ہیں۔ امریکہ مسلسل اس کوشش میں ہے کہ اس خطے میں امن قائم ہوجائیں، دونوں گروپ جنگی بندی آمادہ ہوجائے اور جمہوریت پسندوں کو اقتدار منتقل ہوجائے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سوڈان میں خواتین یہاں کے جمہوری نظام کو قائم کرنے کے لیے ایک غیر معمولی رول ادا کر رہی ہیں اور ایک ایسے آئین پر اتفاق رائے بنانے کی کوشش ہورہی ہے جو خواتین کو اقتدار میں شراکت داری بڑھانے میں معاون ہو۔ مگر ان تمام کوششوں پر اس وقت پانی پھیر دیا جب فوج کے سربراہ عبدالفتح البرہان نے آر ایس ایف کے سربراہ محمد حمدان حمیدتی کو مستقبل کے دفاعی اور فوجی ڈھانچے میں کوئی خاص اہمیت یا مقام دینے میں توجہ نہیں تھی اور ایک عبوری نمائندہ کمیٹی کو اقتدار کی منتقلی سے قبل ہی صورت حال کشیدہ ہوگئی اور جنگ چھڑ گئی۔

اپریل 2023 سے شروع ہونے والے اس بحران اور خانہ جنگی کا مرکز راجدھانی خرطوم رہا ہے۔ سوڈانی فوج کے پاس یہ سہولت ہے کہ وہ ہوائی فوج کا استعمال کر کے دشمن کے خلاف بڑی کارروائی کرسکتی ہے۔ آر ایس ایف جو کہ چھاپہ مار جنگ میں کافی مہارت رکھتا ہے اور یہاں کے نسلی کھینچ تان میں بھی شامل ہے۔ آر ایس ایف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے اکثر جنگجو غیر عرب اور مقامی قبائلی ہیں۔ 2020 میں عالمی مصالحت کاری اور عرب و مسلم ملکوں کی مداخلت کے بعد سوڈان میں فوج اور آر ایس ایف میں سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ مگر اس بحران نے ملک کو ایک بار پھر خانہ جنگی میں دھکیل دیا ہے۔ اس کا افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کا اثر افریقہ کے قرب وجوار کے ممالک پر پڑ رہا ہے۔ سوڈان کے لوگ جان بچا کر قرب وجوار کے ممالک مثلاً چاڈ اور جنوبی سوڈان میں پناہ لے رہے ہیں۔ غیر متوقع اور بڑے پیمانے پر ہجرت کی وجہ سے عالمی تنظیموں اور اداروں کو فلاحی اقدام کرنے میں دشواری ہورہی ہے۔ جنگ اور فاقہ کشی کے شکار اس ملک کے بدقسمت عوام کو اقوام متحدہ کی طرف سے ملنے والی امداد بھی نہیں پہنچ پا رہی ہے اور دیگر ذیلی کھلاڑی چھوٹے چھوٹے مسلح گروپ بھی غذائی امداد، رسد اور پانی پر قبضہ کر لیتے ہیں اور حریف گروپ تک یا حریف کے کنٹرول والے علاقے تک پہنچنے نہیں دیتے۔ ■

غزہ کے 21 ہزار بچے کہاں پیوندخاک ہوگئے؟

تاریخ اور دنیا کے سب سے 'مظلوم' ملک اسرائیل نے غزہ پر کارروائی کر کے اب تک کئی ہزار بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پوری دنیا اس سفاکی کی سخت الفاظ میں مذمت کرتی ہے مگر اس سفاکی کو روکنے کے لیے عملی اقدام پر توجہ نہیں دیتی ہے۔ اقوام متحدہ نے اس صورت حال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ 7 اکتوبر 2023 اب تک اسرائیل کی فوجی کارروائی میں 21 ہزار بچے لاپتہ ہوچکے ہیں۔ یہ اعداد و شمار کسی مسلم، عرب ادارے یا ایجنسی کے نہیں بلکہ برطانیہ کی تنظیم 'سیو چلڈرن' (Save Children) جو بچوں کے حقوق کے لیے پوری دنیا میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہے، نے جاری کیے ہیں۔ یہ صرف براہ راست جنگ، بمباری وغیرہ میں مارے جانے والے بچوں کی موت کے اعداد و شمار ہیں۔ فاقہ کشی، پانی کی کمی، دوا اور علاج نہ ہونے سے جو بچے مر رہے ہیں، ان کا ذکر ان اعداد و شمار میں نہیں ہے۔ اقوام متحدہ نے بچوں کے تئیں اسرائیل کی فوج کے ظالمانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے اسرائیلی فوج کو بلیک لسٹ میں ڈال دیا تھا۔ اس بابت اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں یہ رپورٹ سکریٹری جنرل انٹونیو گوٹیرس نے خود پیش کی۔ اس بلیک لسٹ کو تیار کرتے ہوئے جن امور کا خیال رکھا گیا تھا، ان میں بچوں کو قتل کرنا، ان کے جسم کے اعضاء کو نقصان اور تکلیف پہنچانا، جنسی تشدد کرنا، اغوا کرنا، بچوں کو فوج اور جنگی مقاصد کے لیے بھرتی کرنا اور ان کو جنگی مقاصد کے لیے استعمال کرنا، طبی مدد اور دیگر اقسام کی مدد سے محروم رکھنا، اسکولوں اور اسپتالوں پر حملہ کرنا شامل ہے۔ ایک اور عالمی مطالعے میں اسرائیل میں بچوں کے تئیں ظالمانہ رویہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ عالمی میڈیا ادارے الجزیرہ اور فورنسک آرکیٹکچر (Forensic Architechture) نے مشترکہ طور پر تفتیش کی اور ایک المناک سانحہ کو رپورٹ کیا ہے جس میں ایک چھ سال کی بچی ہندر جب کو اسرائیل ٹینک نے فائر کر کے اس وقت مار ڈالا جب وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ چند گز کی دوری پر کھڑی ہوتی تھی۔ برطانیہ کی این جی او 'سیو چلڈرن' نے غزہ کے 21 ہزار بچوں کی گمشدگی کا ڈاٹا پیش کیا ہے جو گمشدہ ہیں۔ ان کو غائب کردیا گیا ہے۔ حراست میں لے لیا گیا ہے، یہ زمین میں دفن ہیں، منہدم عمارتوں میں دب گئے ہیں یا اجتماعی قبروں کا حصہ بن گئے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب اقوام متحدہ نے غزہ کو بچوں کو قبرستان قرار دیا ہے، اقوام متحدہ کے ادارے یونیسیف نے کہا ہے کہ اس جنگ کی سب سے بھاری قیمت بچے ادا کررہے ہیں۔ غزہ کے 90 فیصد بچوں کے پاس کھانے، پینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ غذا اور پانی کی کمی کی وجہ سے ان کی زندگی، صحت اور نشوونما خطرے میں پڑی ہوئی ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل نے نہ صرف غزہ بلکہ مغربی کنارے اور مشرقی یروشلم میں بھی تقریباً اسی طرح کی سنگین صورت حال کی بابت توجہ دلائی ہے۔ اسرائیلی فوج ان علاقوں میں بچوں کو بطور خاص نشانہ بنارہی ہے۔ یواین او کی ماہ رواں میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں کہا ہے کہ ان تینوں مقامات پر بچوں کے خلاف 8009 تشدد کی کارروائیاں ہوئی ہیں، جس کا شکار 4360 فلسطینی بچے ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ایک اور ادارے یواین آرڈبلیو اے نے کہا ہے کہ غزہ کے پچاس ہزار بچوں کو فوری طبی امداد اور غذا درکار ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے برائے صحت ڈبلیو ایچ او نے طبی ماہرین کی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ غزہ میں آٹھ ہزار بچوں کا غذا کی کمی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کا علاج کیا جا رہا ہے۔ ان میں 1600 بچوں کی حالت بہت خراب ہے اور وہ موت کے دہانے پر ہیں۔ بھوک کی وجہ سے بچوں کے مرنے کا سلسلہ لگاتار بڑھتا ہی جارہا ہے۔ غزہ کا شمار دنیا کے چند علاقوں میں ہوتا تھا جہاں پر خواندگی کی شرح غیر معمولی طور پر بہت زیادہ ہے۔ موجودہ جنگ سے قبل کے اعداد و شمار کے مطابق غزہ میں شرح خواندگی 95.7 فیصد تھی اور وہاں کا عام باشندہ تمام مسائل اور مصائب کے باوجود دنیا کے سب سے تعلیم یافتہ علاقہ میں شامل تھا۔ مگر 7 اکتوبر 2023 کے بعد سے جو اعداد و شمار آنا شروع ہوئے ہیں، وہ بہت دل خراش ہیں۔ یہ مردم خیز علاقہ اب تک دانش گاہوں اور دانشوروں کے لیے جانا جاتا تھا اور اب یہ بچوں کا مقتل بن گیا ہے۔ گزشتہ دنوں ماہ جون کے اوائل میں جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں، ان کے مطابق 9 ماہ سے جاری جنگ میں 7,797 بچے مارے جاچکے ہیں۔ غزہ کی وزارت صحت جس کو اقوام متحدہ قابل بھروسہ سمجھتا ہے، کا کہنا ہے کہ ساڑھے پندرہ ہزار بچے اسرائیل کی فوجی کارروائی میں لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب غزہ میں بچوں کو اس طرح بے دریغ قتل کیا گیا ہو، اس سے قبل 2014 میں اسرائیل کی کارروائی میں 540 بچے مارے گئے تھے۔ ■

یہ جنگ پورے خطے کو برباد کردے گی

مجموعی طور پر اس وقت پورا مغربی ایشیا بڑی جنگ کے دہانے پر کھڑا ہے۔ لبنان میں کسی بھی لمحہ میں بھیانک جنگ چھڑسکتی ہے۔ حزب اللہ اور اسرائیل ایک دوسرے پر لگاتار حملے کررہے ہیں۔ غزہ میں لگاتار بربریت کا دور چل رہا ہے اور ہر دس منٹ پر ایک معصوم بچہ اسرائیل کی بربریت میں لقمہ اجل بن جاتا ہے۔ ادھر اسرائیل نے شام میں تازہ حملہ کیا ہے۔ اسرائیل 1967 میں اسرائیل کے بڑے اور سرسبز وشاداب علاقے — گولان کی پہاڑیوں پر قابض ہے اور وہاں سے شام اور قرب وجوار کے علاقوں کو جانے والے پانی کو بھی روک رہا ہے۔ اسرائیل نے یہ تازہ حملہ مقبوضہ جولان کی پہاڑیوں سے شام کے دیگر نشیبی علاقوں میں کیا ہے۔ اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ حملہ ایران کے حمایت یافتہ عسکری گروپ و فوجی ٹھکانوں پر کیا ہے۔ اس سے قبل اپریل میں دمشق میں ایران کے سفارت خانے پر بھی اسرائیل نے حملہ کیا تھا۔ اس حملہ میں ایران کے پاسبان انقلاب کے کچھ ماہرین اور کمانڈر مارے گئے تھے۔ اسرائیل 7 اکتوبر 2023 کے حملہ کے بعد لگاتار خطے کے کئی ممالک میں مختلف عسکری گروپوں اور فوجی طاقتوں پر حملے کررہا ہے۔ عراق میں ایران کی حمایت یافتہ تنظیموں کے ٹھکانوں پر امریکہ اور اسرائیل کارروائیاں کرتے رہے ہیں اور اس پر دعویٰ ہے کہ اس کے مخالف حزب اللہ، حماس اور ایران کے حامی جنگ کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ شام اور عراق میں امریکہ اور اس کے حلیفوں کے فوجی ٹھکانے ہیں، جہاں سے یہ دونوں ممالک فوجی کارروائیاں کرتے رہے ہیں۔ عراق میں امریکہ نے کردوں کے لیے ایک خودمختار علاقہ Kurdis Autormous region بنا رکھا ہے اور کردوں کو مکمل فوجی، اخلاقی اقتصادی اور سفارتی مدد فراہم کر کے پورے خطے کے ان ممالک کو بڑے کرد علاقے میں تبدیل کردینا چاہتا ہے۔ اس نقشہ میں ایران کے وہ علاقے بھی آتے ہیں جہاں کرد نسل کے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی آبادی رہتی ہے۔ ایران کے کچھ علاقوں مغربی آذربائیجان، صوبہ کردستان، کرمان، شاہ صوبہ، لورستان، ایلام اور حمیدان شامل ہیں۔ ایران میں کردوں کی آبادی دس فیصد ہے۔ اس طرح امریکہ کا مقصد کردوں کو حقوق اور خودمختاری دینے کے نام پر پورے خطے کے جغرافیہ کو بدل کر رکھ دینے کا ہے۔ تقریباً اس حکمت عملی سے ترکی کے کرد باغیوں کو بڑے پیمانے پر شہ دی ہے۔ ترکی عالم اسلام کی بڑی طاقت ہے۔ بہرکیف جنوبی ایشیا اور سینٹرایشیا میں مغربی ممالک کے عزائم کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام مسلم اور عرب ممالک پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں۔ لبنان میں تو مسلمانوں نے آپسی اختلافات کو فراموش کر کے اسرائیل کے ممکنہ حملے کے پیش نظر ایک مربوط حکمت عملی وضع کی ہے جو وہاں پر غزہ جیسی صورت حال اور معصوم لوگوں کو جانی و مالی نقصان سے روکنے میں معاون ثابت ہوگی۔ لبنان کے سیاسی ڈھانچہ میں مختلف فرقوں کو اقتدار میں شراکت داری دینے کے لیے نظام قائم ہے جو سعودی عرب کی تاریخی شہر طائف سے منسوب ہے۔ ■

SYRIA
TURKM
Jerusalem
JORDAN
IRAQ
Baghdad
An Najaf
Kermanshah
Tehran
Gorgan
Mashha
Basra
Ahvaz
Esfahan
Kuwait
Abadan
IRAN
Shiraz
Birjand
Medina
KUWAIT
SAUDI
Bushehr
BAHRAIN
Dammam
Zahedan
Jeddah
Mecca
Riyadh
Manama
QATAR
Bandar-e 'A
Doha
Dubai
The Gulf
ARABIA
U.A.E
Abu Dhabi
Gulf of Oman
Muscat
Sur
San'a'
YEMEN
OMAN
Ta'izz
Salalah
Mukalla
Gulf of Aden

لبنان: اسرائیل کی جارحیت کے خلاف مسلمان متحد

لبنان اور اسرائیل کے درمیان جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہے اور امریکی وزیر دفاع لگاتار خطے کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ ترین قیادت سے رابطہ بنائے ہوئے ہیں اور جنگ کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ حزب اللہ نے ایک بھی مکمل کی فوج کی طرح اب اسرائیل کی کارروائیوں کا جواب دینا شروع کردیا ہے اور اس کی فوجی کارروائی میں اسرائیل کے نواحی اور گنجان آبادی والے علاقے آنے لگے ہیں۔ ہزاروں فلسطینیوں، شامیوں، لبنانیوں اور عراقیوں کی اسرائیل کی جارحانہ فوجی کارروائیوں میں ہلاکتوں کے باوجود امریکی حکام بطور خاص امریکی وزیر دفاع لائڈ آسٹن حزب اللہ پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ جنگ کا دائرہ پھیلنا چاہتا ہے جبکہ ابھی تک اسرائیل کی جارحیت پر ان کے لب پر مذمت کے الفاظ تک نہیں آئے ہیں۔ جنوبی لبنان کی ایک بڑی آبادی جو بیروت کے بے بسی، بے مائیگی اور سیاسی بحران اور فنڈز کے فقدان کی وجہ سے تقریباً بالکل ختم ہوگئی ہے اور وہاں کی فوج بے اثر اور بے یار و مددگار ہوکر رہ گئی ہے۔ نہ صرف اپنی سرحدوں کی حفاظت میں ناکام ہے بلکہ اپنی فوجیوں کے روٹی کپڑے اور مکان کی بنیادی ضرورتوں کے لیے غیرملکی امداد پر منحصر ہے۔ اسرائیل سے ملی ہوئی سرحد پر حزب اللہ فوج کے درمیان جنگ بندی کی نگرانی کرنے والی اقوام متحدہ کی فوج بے یار و مددگار ہے اور اسرائیل کی فوج کی جارحیت پر خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور اپنے مینڈیٹ پر عملی جامہ پہنانے میں ناکام ہے۔ خیال رہے کہ لبنانی فوج کے نان و نفقہ کی ذمہ داری قطر نے اٹھا رکھی ہے اور فرانس کی مدد کے ساتھ لبنان کو بحیثیت ایک ملک باقی اور قائم رکھنے میں تھوڑی ذمہ داری فرانس نباہ رہا ہے۔ لبنان میں امریکہ کا سکہ چلتا ہے، عالمی طاقتیں وزیراعظم کی کرسی پر انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) کے ایک اہلکار کو فائز کرنا چاہتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ فراہم کیے جانے والے فنڈز دیگر طاقتوں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ بہرحال آئی ایم ایف چاہتا ہے کہ اگر وہ سرمایہ فراہم کرائے تو اقتدار بھی اسے اپنے وفادار 'تنخواہیۂ' اس کے وظیفہ خواروں کے پاس رہے، یہی صورت حال ہے جس نے لبنان کو اپنی گرفت میں جکڑ رکھا ہے۔

اس سنگین بحران میں اسرائیل کے وزیر دفاع بڑی معصومیت کے ساتھ اہل لبنان کو بتا رہے ہیں کہ ان کا ملک عام لبنانی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا ہے اور وہ تو صرف حماس، حزب اللہ اور اس کے حماتیوں کو نشانہ بنائے گا۔ یہ استدلال پوری صہیونی طاقت اور اس کے ملکی اور غیرملکی حواری غزہ میں بھی پیش کررہے ہیں جہاں اب تک کی جنگ میں 39 ہزار سے زائد فلسطینی لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ اب غزہ میں دفنانے کے لیے زمین اور پہنانے کے لیے کفن تک میسر نہیں ہے۔

اس بات کا امکان ہے کہ امریکہ اور دیگر طاقتوں کے ذریعہ غزہ میں جس فائر بندی کے سمجھوتے کی منظوری مل گئی ہے، وہ آئندہ چند روز میں نافذ ہوسکتا ہے۔ اسرائیل کی مجبوری ہے کہ داخلی محاذ پر نتن یاہو کے خلاف زبردست ناراضگی ہے اور پوری طاقت جھونکنے کے بعد یرغمالیوں کو رہا کرانے میں ناکام ہے اسرائیل میں نتن یاہو کے خلاف ہر سطح پر غصہ بڑھ رہا ہے اور اپوزیشن کے ساتھ ساتھ فوجی ماہرین، سابق جرنلوں، خفیہ ایجنسیوں کے ماہرین نتن یاہو کے جنگ لڑنے کے جنون کی مخالفت کررہے ہیں اور خود وزیر دفاع اور فوج کے سربراہان اپنے آپ کو نتن یاہو کی ناکامیوں اور ضد سے الگ کر کے چل رہے ہیں۔ امریکہ اور کچھ دیگر اور مغربی ملکوں میں جو ناراضگی ہے، اس سے قطع نظر جنگ کا جاری رکھنا ہتھیاروں کی صنعت کاری کے علاوہ جو نتن یاہو کی سیاسی وجود کے لیے ضروری ہوگیا ہے اور وہ غزہ کو قبرستان میں تبدیل کرنے کے بعد اب لبنان کا رخ کررہے ہیں اور لبنان اور یمن، بحرعرب اور بحراحمر میں آگ لگا کر اہل اسرائیل، سخت مذہبی جنونیوں کو خوش کرنے کے بعد حزب اللہ کو ٹارگیٹ کررہے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ اس سے اسرائیل اور ان کے سرپرستوں کو کئی محاذوں کو فائدہ پہنچے گا۔ حزب اللہ کے خلاف جنگ کے کئی کاروباری اقتصادی، سفارتی اور عسکری فائدے ہیں اور اس سے اسرائیل پر انسانی حقوق کے علمبرداروں کا وہ دباؤ کم ہوگا جو غزہ میں بچوں کے خلاف اسرائیل کی جنگ کی وجہ سے پڑ رہا ہے اور ویسے بھی حزب اللہ کو مغرب None State Actor کے زمرے میں رکھتا ہے جو ایران کا پراکسی ہے۔ اسرائیل لبنان میں بھی وہی حربے استعمال کررہا ہے جو اس نے ہمیشہ سے فلسطینیوں کے خلاف کیے ہیں۔ یعنی عوامی مقامات، اسکولوں، کالجوں، اسپتالوں، عبادت گاہوں (بشمول گرجا گھروں اور مسجدوں) پر حملے کرتا ہے تاکہ ''جنگجوؤں'' کے خلاف رائے عامہ ہموار ہو۔ ان مقامات پر حملہ کا جواز بھی اسرائیل کے پاس وہی ہے جو ہمیشہ سے رہا ہے یعنی عوامی مقامات پر دہشت گردوں کے روپوش ہونے کا دعویٰ۔ اسی جواز کے ساتھ ایمبولنسوں، اسپتالوں، اسکولوں، اقوام متحدہ کے اداروں، پناہ گزینوں کے کیمپوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ مغربی ایشیا میں جنگ کا اگر کوئی نقصان صہیونی ملک کو ہورہا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ اسرائیل کو دنیا بھر سے جو یہودی آرہے تھے، ان کی آمد کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ کیونکہ اب اسرائیل کوئی محفوظ ملک نہیں رہ گیا ہے اور اب بڑی تعداد میں صہیونیوں نے اسرائیل چھوڑنا بھی شروع کردیا ہے۔

حزب اللہ براہ راست اسرائیل کے اندر اہداف کو نشانہ بنا رہا ہے۔ اسی کی وجہ سے اسرائیل لبنان اور حزب اللہ کے ساتھ جنگ نہیں چاہتا ہے۔ اسرائیل کے فوجی سربراہ خود امریکہ گئے اور انھوں نے کہا کہ وہ جنگ نہیں چاہتے اور اگر جنگ ہوئی تو لبنان پتھروں کے زمانے میں پہنچادیا جائے گا۔ یہ خطرات اسرائیل کے حلیفوں کو بے چین کیے ہوئے ہے۔ امریکہ کے بعد اسرائیل کا سب سے بڑا اندھا حمایتی جرمنی بھی سفارتی میدان میں کود گیا ہے اور جرمنی کے وزیر خارجہ اینالینا بربوک (Anmalena Baerbock) نے بیروت کا دورہ کر کے آگاہ کیا ہے کہ حالات کو سمجھنے میں ذراسی خطا خطے کو جنگ میں جھونک دے گی۔ ابھی دونوں فریقوں میں جنگ نہیں چھڑی ہے، اس کے باوجود لبنان میں 485 ہلاکتیں ہوچکی ہیں۔ ان میں زیادہ تر عسکری ہیں اور 94 شہری بھی ہیں۔ بغیر جنگ کے 94 شہریوں کی ہلاکت پورے صورت حال کی المناک کہانی پر روشنی ڈالتی ہے۔ ■